حامد سراج

پارک

سب کی زبانیں گنگ اور سوچیں مفلوج ہو گئیں.......

جس چوک میں شام سے وہ ستانے آ نکلتے تھے۔اس میں چہار اطراف سے سڑکیں ایک دوسرے کو قطع کرتے ہوئے گزرتی تھیں۔ اور چوک کے وسط میں ایک قد آدم مینار تھا جس پر بہت سی تحریریں ثبت تھیں۔سر شام آ نکلنے والے لوگ سبز گھاس پر بازوؤں کا تکیہ بچھا کر لیٹ جاتے۔خوش گپیاں، قہقے، تاش، لڈو کھیلنا اور مسائل سے فرار ان کے مشغلے تھے۔پارک میں آ کر وہ یوں محسوس کرتے جیسے کوئی دکھ، دکھ نہیں رہا۔بس ہر طرف چین ہی چین ہے۔کلاشنکوف سے اگلتی گولیوں کو بھی وہ چین کی ہنسی سمجھتے تھے۔

اوئے کتنے گرے........... ؟ایک دوسرے سے سوال کرتے۔

اور پھر اپنی دنیا میں لوٹ جاتے۔

اس روز کوئی نیا واقعہ تو نہیں ہوا۔بس انہونی ہو گئی۔

مغربی سمت سے ایک فوجی ٹرک چوک میں داخل ہوا۔مخالف سمت سے آنے والی منہ زور لینڈ کروزر ڈرائیور کے قابو میں نہ رہی اور ٹرک سے جا ٹکرائی لوگ اکٹھے ہو گئے۔

کاٹن کے کڑکڑاتے اجلے کپڑوں میں ملبوس ایک درمیانے قد کے نوجوان نے پائیدان پر قدم دھرا اور عونت سمیت اُترا۔ٹکر کی وجہ سے لینڈ کروزر کا داہنی طرف کا دروازہ اندر دھنس گیا تھا۔اس نے قہر آلود نظروں سے ٹرک ڈرائیور کو گھورا اور وردی کے احترام کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا ''اندھے ہو...... ؟''

مجمع ہنسنے لگا۔

سالا خود اندھا ہے........ کسی نے سرگوشی کی۔

سرگوشی اس کی کنپٹی پر گولی کی طرح لگی۔اس نے اپنی قہر آلود نظروں سے مجمع کو گھورتے اور کف چھوڑتے ہوئے کہا۔

میں سب کی ماں.......... !

ٹرک ڈرائیور نے بڑے اطمینان سے کہا ''سر غلطی آپ سے ہوئی ہے۔حادثہ آپ کی تیز رفتاری کی باعث پیش آیا ہے۔لینڈ کروزر چلانے کا سلیقہ نہ ہو تو سیٹ پر بیٹھنا ہی نہیں چاہئے''۔اس کی کنپٹی پر ایک اور سنسناتی ہوئی گولی لگی۔''میں سب سمجھتا ہوں۔ دیکھ لوں گا تم سب کو........ ''اس نے جیب سے موبائل فون نکالا اور ایس پی سے بات کی۔نہ جانے ایس پی نے اس سے کیا کہا۔اسی طرح جلا بھنا وہ لینڈ کروز میں بیٹھا' ریورس گیر لگایا 'اور ٹائروں کی چرچراتی ہوئی آواز سمیت غائب ہو گیا۔

مجمع پھر پارک میں پھیل گیا۔

دلوں میں پھیلی باتیں پارک میں اکٹھی ہونے اور سرگوشیاں کرنے لگیں۔

یار ہے کوئی پوچھنے والا......... ؟

چور الٹا کوتوال کو ڈانٹے.......

بس یار یہ سیٹ ہی ایسی ہے........!

کیسی ہے.......؟ دن بھر سڑک کے کنارے روڑی کوٹنے والے ایک مزدور نے پوچھا۔

یہی....... کہ......انسان انسانیت کے دائرے سے نکل کر ہی اس پر بیٹھتا ہے۔

تم سب چھوٹے دماغ کے ہو......ایک میٹرک فیل کلرک نے کہا۔

تم سب کیا جانو لینڈکروزر کیسے چلائی جاتی ہے۔ جس کا کام کو اسی کو ساجھے!

چلانا جانتا تھا تو چلا رہا تھا.......

خاک چلا رہا تھا......اسے ڈرائیونگ آتی تو یوں دے مارتا۔

ٹرک بھی کون سا سیدھا چل رہا تھا........ایک ریڑھی والے فارغ البال نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا.......

جیسا بھی چل رہا تھا..... تھا تو اپنے ہاتھ پر۔ اس کے پاس اور کوئی راستہ ہی نہیں تھا ....

یار.......! میں تو ڈر رہا تھا...... ریڑھی والے نے کہا

تم تو ہمیشہ ڈرتے کانپتے رہتے ہو۔

میری بات تو سن لو.......

سناؤ..........

دو باتیں......دو.......۔ اس نے کان کھجاتے ہوئے کہا۔

یک نہ شد دو شد.... کسی نے گرہ لگائی۔

میری بات کو یوں مذاق میں نہ اڑاؤ......!

ایک زیادہ سیانے نے سارے مجمع کو چپ کرایا.......اور کہا.....

یار......بات یہ ہے کے لینڈ کروزر والے نے ایس پی سے فون پر بات کی اور بغیر کچھ بولے...... یہ جا........ وہ جا...... استاد خطرہ، ہی خطرہ.......!

تو بڑا کھوجی کتا ہے...... خطرے کی بو سونگھ لیتا ہے۔

چپ کراوئے۔ ابھی اس نے دوسری بات بھی بتانی ہے۔

دوسری بات یہ ہے ٹرک والے فوجی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

لو..... کرلو...... گل...... یہ بھی کوئی بات ہے۔ ایسا کون سا دفعہ ایک سو چوالیس لگا ہے جو دو بندوں کو آپس میں بات بھی نہ کرنے دے۔

پتر فکر نہ کر۔ وقت آنے والا ہے۔ تیرے زندہ رہنے پر بھی ٹیکس لگ جائے گا۔ تین سو پینسٹھ دن میں تو جتنے سانس لے گا نا.... اسی حساب سے ٹیکس لگے گا۔ سورج کی روشنی اور حرارت پر بھی ٹیکس لگے گا۔

اگلے روز وہ سارے پارک میں بیٹھے ہوئے خوش گپیوں میں مگن تھے۔ کوئی ریڈیو کان سے لگائے ہوئے خبریں سن رہا تھا کوئی سگریٹ

کے دھوئیں میں غم اڑا رہا تھا۔ چند بے فکرے تاش پھینٹ رہے تھے۔ اتنے میں پولس کا ٹرک آ کر رکا۔ اس میں باوردی سپاہی کود کود کر اترے اور پارک میں گھس آئے.......

اٹھو اوئے حرام زادو.... گورنمنٹ نے پارک میں بیٹھنے پر پابندی لگا دی ہے

مگر پابندی کیوں لگا دی ہے........؟ ریڑھی والے نے پوچھا۔

بہت چلتی ہے تیری زبان........ قینچی کی طرح........ سپاہی نے اس کی پشت پر بید مارتے ہوئے کہا۔ پولیس کے لاٹھی چارج کی وجہ سے لوگ وہاں سے دم دبا کر بھاگے اور پارک اجڑ گیا۔ اگلے چند روز میں وہاں خاردار باڑھ لگا دی گئی۔

پارک میں بیٹھنے والوں نے سوچا........ یہ ہمارے ساتھ ہوا کیا؟ ہمارا قصور کیا ہے؟ میں نے کہا تھا نا........ لینڈ کروزر والے نے ایس پی سے کوئی خاص بات کی ہے........ اب بھگتو........ فروٹ والے نے کہا۔

ہم عدالت میں جائیں گے........ ایک کلرک نے بازو لہراتے ہوئے کہا۔ یہ پارک اور اس میں موجود مینار ہم نے اپنے خون پسینے سے بنایا ہے۔ ہمیں اس کے سائے میں بیٹھنے سے روکنے والے یہ کون ہوتے ہیں؟ عوامی حکومت ہے۔ عوام کا فیصلہ چلے گا۔ اوئے نامرادو........ پارک سے تمہیں نکال پھینکنے کا فیصلہ بھی تو عوامی فیصلہ ہے۔ تمہارے منتخب نمائندوں کا کیا دھرا ہے یہ سب........!

سب نے مل کر چندہ جمع کیا۔

شہر کے قابل ترین وکیل کے سپرد اپنا مقدمہ کیا اور عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ مقدمے کی کارروائی شروع ہوگئی۔ ہر پیشی پر وہ یہ امید لے کر جاتے کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا۔ جب فیصلے میں تاخیر ہونے لگی تو ان کے اعصاب چٹخنے لگے اور قوت برداشت جواب دینے لگی۔ مقدمہ طول پکڑ تا گیا........

آخر کار جیت ان کی ہوئی اور پارک کی رونقیں لوٹ آئیں۔ ان کا خیال تھا کہ مقدمہ جیت لینے سے ساری زندگی کے مسائل حل ہو گئے ہیں اب نہ کوئی مسئلہ پیدا ہوگا اور نہ ہی دکھ رہے گا۔

پارک ان کا ہے........

اب تو ہمیں قانونی تحفظ حاصل ہو گیا ہے۔ بھلے سے جتنی لاقانونیت ہو، چور بازی اور رشوت کا بازار گرم ہو۔ لیکن عدالتوں کا احترام تو موجود ہے نا........ اگر عدالت کا احترام نہ ہوتا تو آج ہم پارک میں کہاں موجود ہوتے........

اب ہم پر کوئی ٹیکس نہیں لگے گا۔ کہیں لاش نہیں گرے گی

ڈکیتیوں کے پھاٹک بند ہو جائیں گے

تھانے........ دارالامان بن جائیں گے

وہ سارے........ تصورات اور خوش فہمیوں کی میٹھی گولیاں پھانک کر سو گئے۔ رات کا کوئی سے تھا........ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ان کی زبانیں گنگ اور سوچیں مفلوج ہو گئیں۔ ان کے پارک کو پھر گھیرے میں لے لیا گیا تھا

اور........

چہار اطراف ٹرک ہی ٹرک تھے۔